سنن ابو داود میں
قال ابو داود ''ما سکت عنه فهو صالح'' کا فنی و تحقیقی مطالعہ

عبد الغفار*

کتب احادیث میں سے سنن ابی داؤد کا شمار صحاح ستہ میں سے ہوتا ہے۔ اس کتاب کی تالیف و ترتیب میں امام ابو داؤد نے بڑا فنی اور تکنیکی انداز اختیار کیا ہے۔ اس کتاب کی کئی ایک مباحث میں سے ایک بڑی معرکۃ الآراء بحث آپ کا اسلوب "ماسکت عنه فهو صالح" ہے۔ اس جملہ کی مراد میں اہل علم نے کئی ایک آراء اختیار کی ہیں۔ اور سنن ابی داؤد کے مطالعہ سے ان میں سے ہر ایک کی تقریباً تائید بھی ہوتی ہے۔ درج ذیل مضمون میں امام ابو داؤد کے اسی معروف اسلوب کو علماء کے اقوال اور احادیث کے مطالعہ کی روشنی میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

سنن ابی داؤد فقہی ابواب کی ترتیب پر مشتمل ایک معرکۃ الاراء کتاب ہے جسے امام ابو داؤدؒ نے ۲۴۱ھ سے قبل بغداد میں مرتب کیا اس مجموعہ حدیث کے لیے امام صاحب نے پانچ لاکھ احادیث میں سے صرف ۴۸۰۰ کا انتخاب کیا ہے امام صاحبؒ کو محدث جلیل ہونے کے ساتھ ساتھ فقہی اور مجتہد ہونے میں بھی امتیازی حیثیت حاصل ہے آپ کو " راسًا فی الفقہ " کہا جاتا تھا۔ علماء محدثین نے سنن ابی داؤد کی کئی شرحیں لکھیں جن میں اس کے ہر پہلو پر تفصیلی ابحاث موجود ہیں لیکن اس کا ایک اہم گوشہ آپ کے اسلوب قال ابو داؤد "ماسکت عنہ فہو صالح" پر بحث کرنا ہے۔ اس کی اہمیت اس طرح عیاں ہے کہ سنن ابو داؤد کے ۱۰۳۵ مقامات پر آپ نے یہ انداز اختیار فرمایا ہے۔ چنانچہ اس عظیم ترین کتاب حدیث کا مطالعہ اس وقت تک ناقص ہی رہتا ہے جب تک آپ کے اس اسلوب کو بخوبی واضح نہ کیا جائے۔ ذیل میں سنن ابی داؤد کے اس اسلوب کو واضح کرنے کے لیے مختلف اہل علم کی آراء پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ نیز برآں کتب کے کئی ایک مقامات کو سامنے رکھتے ہوئے بھی اس کی شرح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس سلسلے میں واضح رہے کہ امام ابو داؤد کے اس اسلوب میں بذات خود امام صاحب نے ہی ایک دوسرے مقام پر صراحت کچھ اس طرح فرمائی ہے۔

''وما لم اذكر فيه شيئا فهو صالح'' ''اور جو میں نے اس میں ذکر نہیں کیا پس وہ صالح ہے۔'' عند ابو داؤد''[1]

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور، پاکستان (نارووال کیمپس)

چنانچہ یہی وہ مقام ہے جہاں سے اہل علم کے ہاں اس اسلوب کے بارے میں بحث شروع ہوگئی۔اور بنیادی طور پر دو طرح کی آراء سامنے آئیں۔

پہلی یہ کہ امام ابوداؤد کے اس اسلوب "ماسکت عنه فهو صالح"میں صالح سے مراد صالح للاحتجاج ہے۔یعنی جو حدیث میں ذکر نہ کروں اس کا اعتبار کیا جاسکتا ہے۔

اور اس حوالے سے دوسرے رائے یہ سامنے آتی ہے کہ امام صاحب کے ہاں اس سے مراد صالح للاعتبار ہے۔یعنی جو حدیث میں ذکر نہ کروں اس کا اعتبار کیا جاسکتا ہے۔

زیر نظر مضمون میں جہاں علماء کی دونوں آراء کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہاں اس بات کی طرف بھی نشاندہی کی گئی ہے کہ بعض احادیث بالکل ہی ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل احتجاج ہیں نہ ہی قابل اعتبار ہیں۔

علماء ومحدثین کے اقوال:

ذیل میں محدثین علماء کے اقوال و آراء کو بیان کیا جاتا ہے جو امام ابوداؤد کے قول ''ما سکت عنه فهو صالح'' کی وضاحت کررہے ہیں۔

امام ابوزکریانووی (م۔ ٦٧٦ھ) کا قول:

امام نووی،ابوداؤد کا قول ''فهو صالح'' ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''فعلى هذا ما وجدنا فى كتابه مطلقا ولم يصححه غيره من المعتمدين ولا ضعفه فهو حسن عند ابوداؤد''[2] ''امام ابوداؤد کی سنن میں ایسی روایات جن پر انھوں نے سکوت اختیار کیا ہے اور ان کے علاوہ معتمد علماء نے نہ انہیں صحیح قرار دیا ہے اور نہ ضعیف تو وہ روایات امام ابوداؤد کے نزدیک حسن درجہ کی ہیں۔''

امام نوویؒ کی اس عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام ابوداؤد اپنے قول ''صالح'' سے ''حسن الحدیث'' مراد لیتے ہیں یعنی صالح للاحتجاج بہ۔

حافظ ابن عبدالبر (م۔ ۴٦۳ھ) کا قول:

حافظ ابن عبدالبرؒ کہتے ہیں:

''كل ما سكت عليه ابوداود فهو صحيح عنده، لا سيما إن كان لم يذكر فى الباب غيره''[۳]

''ایسی روایات جن پر امام ابوداؤد نے سکوت اختیار کیا ہے وہ ان کے نزدیک صحیح ہیں خاص کر اس مسئلہ میں جب کوئی دوسری حدیث موجود نہ ہو۔''

جلال الدین سیوطی (ت ۹۱۱ھ) کا قول:

امام سیوطی □ فرماتے ہیں:

''فعلٰی ما نقل عن أبی داود یتحمل أن یرید بقوله: ''صالح'' الصالح للاعتبار دون الإحتجاج، فیشمل الضعیف أیضاً''[۴]

''ابو داؤد سے جو ان کا قول ''صالح'' منقول ہے اس سے مراد صالح للاعتبار ہے نہ کہ صالح للاحتجاج لہٰذا وہ ضعیف کو بھی شامل ہے۔''

حافظ ابن کثیر (ت ۷۷۴ھ) کا قول:

''والمراد بـ ''صالح'' عند الحافظ ابن کثیر: حسن، حیث قال: ''قلت: ویروی عنه أنه قال: وما سکت عنه فهو حسن'' أي مکان قوله ''فهو صالح'' فقال السیوطی: فإن صح وذلک فلا إشکال''[5] ''حافظ ابن کثیر □ کے ہاں امام ابو داؤد کے نزدیک ''صالح'' سے مراد روایت حسن ہے۔''

محمد بن اسماعیل امیر صنعانی (۱۱۸۲ھ) کا قول:

امیر صنعانی فرماتے ہیں: ''والصواب یحتمل الثلاثة: الحسن، والصحة، والوهن غیر الشدید''[۶]

''درست بات یہ ہے کہ امام ابو داؤد کے قول ''صالح'' میں تین قسم کے احتمال ہیں: حسن، صحیح اور ضعیف مگر شدید ضعیف نہیں۔''

پس معلوم ہوا کہ امام ابو داؤد کے قول ''ما سکت عنه فهو صالح'' سے صحیح، حسن اور ضعیف غیر شدید حدیث مراد ہے۔ آپ کی مسکوت عنہ روایت صالح ہے؟[۷]

امام صاحب فرماتے ہیں کہ '' جس کے بارے میں میں نے کوئی کلام نہیں کیا وہ صالح ہے۔

علماء نے ایسی روایات کے بارے میں جن پر امام ابو داؤد نے سکوت اختیار کیا ہے ''المسکوت عند ابی داؤد'' کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ اور اس کے بارے میں علماء کے مابین کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن عبد البر کے نزدیک ایسی روایات امام صاحب کے نزدیک صحیح ہیں جیسا کہ فرماتے ہیں۔

ہر وہ حدیث جس پر آپ نے سکوت اختیار کیا ہے وہ ان کے نزدیک صحیح ہے، خواہ اس باب میں اس کے علاوہ کوئی اور روایت ذکر نہ کئی گئی ہو۔[۸]

اور ابن الصلاحؒ کے نزدیک یہ حسن کی اقسام میں سے ہے۔ جیسا کہ ان کا قول ہے کہ ''جو روایت سنن ابی داؤد میں مطلق ہے اور صحیحین میں سے کسی ایک میں بھی نہیں ہے اور نہ ہی اس کی صحت پر کوئی دلیل کسی ایسے شخص کی طرف سے موجود ہے جو صحیح اور حسن کے مابین فرق کر سکے تو ہم سمجھتے ہیں کہ امام ابو داؤد کے نزدیک وہ حسن ہے۔[۹]

لیکن ابن الصلاحؒ کی بات پر دو طرح سے اعتراض کیا گیا ہے۔

۱. پہلا یہ کہ بعض اوقات ایسی روایت امام صاحب کے نزدیک صحیح بھی ہوتی ہے۔(۱۰)

۲. دوسرا اعتراض یہ ہے جیسا کہ امام نووی فرماتے ہیں کہ حق بات تو یہ ہے کہ سنن کی ایسی روایات جن کے بارے میں امام صاحب نے وضاحت نہیں کی اور نہ ہی ان کے صحیح یا حسن ہونے پر کسی قابل اعتماد شخص نے گواہی دی ہے تو وہ حسن ہیں۔ لیکن اگر کوئی قابل اعتماد شخص ان کا ضعف بیان کر دے یا احادیث کی پہچان رکھنے والا شخص اس میں کوئی ایسا سبب دیکھے جو ضعف کا تقاضا کرتا ہو تو اس کو ضعیف ہی سمجھا جائے گا اور امام ابو داؤد کے سکوت کی پروا نہیں کی جائے گی۔(۱۱)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حق بات یہی ہے۔(۱۲)

جو بات درست معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اس اختلاف کی وجہ امام ابو داؤد کی اصطلاح ''صالح'' کا فہم اور اس کی مراد ہے۔ کیونکہ امام ابو داؤد کی طرف سے یہ وضاحت موجود نہیں کہ ان کی مراد اس سے کیا ہے۔

اور ہو سکتا ہے متاخرین نے ان کی اصطلاح کو کسی ایسی اصطلاح میں تبدیل کر لیا ہو جو ان کے زمانے میں موجود نہ ہو۔ اسی وجہ سے امام ذہبیؒ نے اس پر متنبہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

''امام ابو داؤد کا حدیث پر سکوت اختیار کرنا ان کے نزدیک اس حدیث کے حسن ہونے کے لیے ضروری نہیں ہے کیونکہ بے شک جب ہم حسن کی تعریف اپنی جدید اصطلاح میں کرتے ہیں تو ایسی حدیث ہے جو سلف کے ہاں صحیح کی ان اقسام میں سے ایک ہے جس پر عمل کرنا جمہور علماء کے نزدیک واجب ہے۔(۱۳)

حافظ عراقیؒ کے نزدیک بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں ''اگر امام ابو داؤد حسن کو صحیح اور ضعیف کے مابین (تیسری قسم) سمجھیں تو احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ وہی کہا جائے جو ابن الصلاح نے کہا ہے اور اگر ان کے رائے متقدمین کی مانند ہے یعنی کہ حدیث صحیح اور ضعیف دو اقسام میں تقسیم کی جاتی ہے تو پھر جس حدیث سے امام صاحب سکوت اختیار کریں وہ حدیث صحیح ہے۔(۱۴)

حافظ ابن حجر نے اس حوالے سے ایک اہم بات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ وہ یہ کہ کیا امام صاحب کے نزدیک ''صالح'' سے مراد وہ صلاحیت ہے جو کسی حدیث کو قابل حجت سمجھنے کے لیے ضروری ہے یا وہ اس سے عام معنیٰ مراد لیتے ہیں یعنی صلاحیت حجت، صلاحیت استشہاد اور صلاحیت متابعت پھر فرماتے ہیں کہ جو بھی معنیٰ مراد ہو امام صاحب کی ہر مسکوت عنہ روایت مطلقاً حجت نہیں ہو گی۔(۱۵)

حافظ ابن حجر نے مسکوت عنہ روایات کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ مثلاً

ا. ان میں بعض احادیث تو ایسی ہیں جو صحیحین میں ہیں یا پھر صحت کی شرط پر ہیں۔

ب. بعض حسن لذاتہ کی قسم میں سے ہیں۔

ت. بعض حسن لغیرہ کی قبیل سے ہیں۔

ث. بعض (ان میں سے) ضعیف ہیں لیکن کسی ایسے راوی سے ہیں جس کے ضعف اور ترک پر غالب اکثریت کا اجماع نہیں ہے۔[۱۶]

تجزیہ: درست بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ چاروں اقسام "صالح" کے عام معنی میں شامل ہیں یعنی احتجاج، استشہاد اور متابعت کے معنی میں، اس لیے ہمارے لیے مطلق طور پر مسکوت عنہ احادیث پر عام حکم لگانا ممکن نہیں ہے کہ ہم کہہ سکیں کہ یہ صحیح یا حسن۔ بلکہ ہر مسکوت عنہ حدیث تفصیلی مطالعہ کی محتاج ہیں ہمیں اس میں سبب کو تلاش کرنا ہوگا جس کی وجہ سے وہ کسی حدیث کو اپنی کتاب میں لائے ہیں اور یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ کیا باب میں اس کے علاوہ بھی کوئی حدیث ہے یا نہیں۔ اور یہ کہ کیا مسکوت عنہ روایت بیان کرنے کے بعد وہ اس کی علت کو واضح کرنے کے لیے اس کے بعد کوئی صحیح روایت لائے ہیں؟ اور اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ناقد یہ دیکھے کہ کیا اس حدیث کی کوئی متابع روایت ہے کہ جو اس کی مؤید ہو یا وہ غریب ہے کہ اس پر توقف کیا جائے۔[۱۷] حافظ ابن حجر کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ایسی روایت کو "صالح" ہی کہا جائے جیسا کہ انہوں نے خود کہا ہے۔[۱۸]

مسکوت عنہ کی چوتھی قسم (یعنی وہ روایات جو کسی ایسے راوی سے ہیں جس کے ترک پر غالب اکثریت کا اجماع نہیں ہے) نقد کے قابل ہے اس لیے ضروری ہے کہ اس میں سکوت کے اسباب دیکھے جائیں اور یہ بھی کہ امام صاحب نے اس کی تخریج کیوں کی ہے۔

تجزیہ:

دقیق مطالعہ کے بات مندرجہ ذیل اسباب سامنے آتے ہیں۔

۱. امام ابو داؤد نے عہد کیا تھا کہ جہاں شدید وہن ہوگا اس کو واضح کریں گے اور یہ قسم اس قبیل سے نہیں ہے۔

۲. بعض فقہاء نے اس روایت سے حجت لی تھی اس لیے آپ نے اس کو روایت کیا۔

۳. باب میں اس کے علاوہ کوئی اور روایت نہ مل سکی اس لیے اسکو ہی روایت کر دیا۔[۱۹]

۴. وہ روایت آپ کے نزدیک صالح تھی اور قابل حجت تھی مگر باقی لوگوں کے نزدیک صالح نہیں ہے۔

۵. امام ابو داؤد چونکہ اپنے استاد احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ہم مذہب تھے یعنی ان کی طرح محتمل ضعیف حدیث کو قابل حجت سمجھتے تھے اس لیے ایسی روایت لے آئے کیونکہ ضعیف روایت ان کے نزدیک رائے سے بہتر ہے۔[۲۰]

۶. چونکہ فقہا اور علماء کا طرز عمل ہے کہ وہ اپنی کتابوں میں مخالف دلائل کو ضعیف ہونے کے علم کے باوجود ذکر کرتے ہیں اس لیے امام ابو داؤد نے بھی فقہاء کا ہی انداز اختیار کیا ہے۔[۲۱]

۷. امام ابو داؤد علل الحدیث کے بہترین ناقد تھے بعض اوقات وہ باب میں کسی حدیث کو روایت کرتے ہیں تو پھر اس کے بعد اس حدیث میں موجود علت کی وضاحت کے لیے دوسری معلق روایات لاتے ہیں لیکن علم العلل سے لاعلم شخص ایسی روایات کو مسکوت علیہ سمجھ لیتا ہے کیونکہ امام ابو داؤد نے یہ نہیں کہا کہ جس میں وہن شدید ہے اس کو میں نے ضعیف قرار دیا ہے بلکہ آپ کا کہنا ہے کہ "بینتہ" یعنی میں نے اس کو بیان کیا ہے اور بیان ضعف میں آپ کا منہج مختلف ہے کبھی تو بالکل صراحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور کبھی صرف سبب ضعف ذکر کرتے ہین مثلاً انقطاع اور کبھی روایت کو بیان ہی اس انداز سے کرتے ہیں کہ فن حدیث کی خبر رکھنے والے سمجھ جاتے ہیں کہ ضعف کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے یہ کتاب اس زمانے میں لکھی تھی جب علماء نقد و علل کثرت سے تھے اور یہ بات ان کے ذہن میں نہیں آئی ہوگی کہ بعد میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ان کے مقصد کو سمجھ نہ پائیں گے۔

۸. امام ابو داؤد کے نزدیک "صالح" سے مراد استشہادہ وہ اعتبار ہے نہ کہ احتجاج۔[۲۲]

مندرجہ بالا تمام صورتوں میں سکوت عنہ روایات مستقل مطالعہ کی محتاج ہیں کہ کوئی واضح نتیجہ نکل سکے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ نے سیر حاصل مطالعہ کے بعد کچھ ایسے سوالات اور نکات اخذ کیے ہیں جو اس موضوع کے قابل مطالعہ ہونے کو واضح کرتے ہیں۔ مثلاً آپ کا یہ کہنا کہ ناقد کو دیکھنا چاہیے کہ کیا مسکوت عنہ روایت کی کوئی متابعت ہے جس سے اس کو تقویت ملتی ہو یا وہ غریب ہے کہ اس پر توقف کیا جائے۔[۲۳]

اسی طرح ان مقامات بر خصوصی غور و فکر کی ضروت ہے جہاں ضعیف روایت پر سکوت کیا گیا ہے کہ کیا وہاں تفرد ہے یا نہیں۔[۲۴]

حافظ ذہبی نے سنن ابی داؤد کی روایات کو درجات میں تقسیم کیا ہے جیسا کہ ان کا کہنا ہے کہ :

۱. ابو داؤد کی کتاب میں شیخین کی تخریج کردہ صحیح ثابت احادیث بھی ہیں جو کہ تقریباً نصف کتاب کے برابر ہیں۔

۲. پھر وہ احادیث ہیں جن کو شیخین میں سے کسی ایک نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔

۳. پھر وہ احادیث ہیں جن کی بخاری و مسلم نے تو تخریج نہیں کی لیکن وہ علت و شذوذ سے پاک جید سند رکھتی ہیں۔

۴. پھر وہ احادیث ہیں جن کی سند صالح ہے اور دو یا زیادہ طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے علماء نے ان کو قبول کیا ہے۔ ہر سند دوسری سند کو تقویت دیتی ہے۔

۵. پھر وہ ہیں جو راوی کے حفظ میں نقص کی وجہ سے ضعیف ہیں اس قسم کی روایات کو بیان کر کے امام ابو داؤد عموماً خاموش رہتے ہیں۔

۶۔ پھر وہ روایات جن کا ضعف بالکل واضح ہے ایسی روایات سے آپ نے سکوت اختیار نہیں بلکہ عموماً ان کو کمزور قرار دیا ہے لیکن کہیں کہیں اس کے مردود ہونے کی شہرت کی وجہ سے سکوت بھی فرمایا ہے۔[۲۵]

احادیث کا مطالعہ و حکم:

اس فصل میں سنن ابوداؤد کی مسکوت عنہا روایات کا مطالعہ اور وہ حکم جو مطالعہ کے بعد حاصل ہوا پیش کیا جائے۔

مثال 1. پہلی حدیث:

''حدثنا احمد بن عمرو بن السرح، حدثنا عبد الملک بن أبی کریمة، قال ابن السرح: ابن أبی کریمة من خیار المسلمین، قال: حدثنی عبید بن ثمامة المرادی، قال: قدم علینا مصر عبد اللہ بن الحارث بن جزء من أصحاب النبی فسمعته یحدث فی مسجد مصر، قال: ''لقد رأیتنی سابع سبعه أو سادس ستة مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی دار رجل، فمر بلال، فناداہ بالصلاة، فخرجنا، فمررنا برجل وبرمته علی النار، فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم أطابت برمتک؟ قال: نعم! بأبي أنت وأمی، فتناول منها بضعة فلم یزل یعلکها حتی أحرم بالصلاة وأنا انظر إلیه''[۲۶]

''عبید بن ثمامہ مرادی نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزئ جو کہ اصحاب رسول میں سے تھے، ہمارے ہاں مصر میں تشریف لائے۔ میں نے انہیں وہاں مسجد میں حدیث بیان کرتے سنا، کہہ رہے تھے کہ مجھے یاد ہے کہ میں ایک شخص کے گھر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مجلس میں ساتواں فرد تھا یا چھٹا تھا کہ بلال آئے، انھوں نے نبی ﷺ کو نماز کی اطلاع دی تو ہم نکلے اور ایک شخص کے پاس سے گزرے، اس کی ہنڈیا آگ پر رکھی تھی، رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''کیا تمہاری ہنڈیا تیار ہو گئی ہے؟'' اس نے کہا جی ہاں، میرے ماں باپ آپ پر قربان! تو آپ نے اس سے گوشت کی ایک بوٹی لی اور کھاتے ہوئے چلے گئے حتیٰ کہ نماز کے لیے تکبیر تحریمہ کہی اور میں آپ کو دیکھ رہا تھا۔''

مطالعہ و حکم:

اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں عبید بن ثمامۃ المرادی المصری ہے، اسے عتبہ بن ثمامہ بھی کہا جاتا ہے اور وہ مجہول العین ہے،[۲۷] کیونکہ اس سے صرف عبدالملک بن ابی کریمہ المغزل نے ہی روایت کیا ہے اور اُسے کسی نے ثقہ بھی قرار نہیں دیا۔

پس یہ حدیث نہ تو صالح للاعتبار ہے اور نہ ہی صالح للاحتجاج اور امام ابوداؤد نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے۔

مثال 2. دوسری حدیث:

''حدثنا ابراهیم بن موسیٰ، اخبرنا عبد اللہ بن وهب، حدثنا معاوية يعنى ابن صالح- عن العلاء بن الحارث، عن حرام بن حكيم، عن عمه عبد اللہ بن سعد الأنصارى، قال: سألت رسول اللہ صلى اللہ عليه وسلم مما يوجب الغسل، وعن الماء يكون بعد الماءِ، فقال: ذالك وكل فحل يمذى، فتغسل فى ذلك فرجك وانثييك وتوضا وضوء ک للصلاة-''(۲۸)

''حضرت عبداللہ بن سعد انصاری کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ غسل کس چیز سے لازم آتا ہے؟اور وہ پانی جو پانی کے بعد نکلتا ہے؟یعنی پیشاب کے بعد اس کا کیا حکم ہے]آپ نے فرمایا: یہ مذی ہوتی ہے اور ہر نر کی مذی نکلتی ہے تو اس سے اپنی شرمگاہ اور خصیتین کو دھولیا کر اور وضو کر لیا کر جیسے کہ نماز کے لیے کیا جاتا ہے۔''

مطالعہ و حکم:

یہ حدیث حسن ہے،اس کی سند میں معاویہ بن صالح صدوق راوی ہے مگر اس کے اوہام ثابت ہیں۔(۲۹)

اور اس کی سند میں علاء بن الحارث ہے اور وہ صدوق راوی ہے،اسے اختلاط ہو گیا تھا۔(۳۰)

پس یہ حدیث صالح للاعتبار ہے نہ کہ صالح للاحتجاج اور امام ابوداؤد نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے۔

مثال 3. تیسری حدیث:

''حدثنا محمد بن جعفر بن زياد، حدثنا شريک عن قيس بن وهب، عن رجل من بنى سوائة بن عامر، عن عائشة عن النبى صلى اللہ عليه وسلم انه كان يغسل راسه بالخطمى وهو جنب، يجتزى بذلک، ولا يصب عليه الماءَ-''(۳۱)

''اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نبی ﷺ کے متعلق بیان کرتی ہیں کہ آپ اپنا سر خطمی سے دھولیا کرتے تھے جبکہ آپ جنبی ہوتے اور آپ اسی پر کفایت کرتے مزید پانی نہ بہاتے۔''

مطالعہ و حکم:

اس کی سند ضعیف ہے،اس میں شریک راوی متکلم فیہ ہے اور اس میں ایک راوی مجہول ہے اور اس حدیث پر امام ابوداؤد نے سکوت اختیار کیا ہے۔منذری نے کہا:اس میں بنو سواء کا ایک شخص ہے جو کہ مجہول ہے۔(۳۲)

مثال4. چوتھی حدیث:

''حدثنا محمد بن رافع: حدثنا يحيى بن آدم: حدثنا شريک عن قيس بن وهب، عن رجل من بنی سوائة بن عامر، عن عائشة فيما يفيض بين الرجل والمرأة من الماء قالت: كان رسول اللهؐ صلى اللهؐ عليه وسلم ياخذ كفا من ماء يصب على الماء ثم ياخذ كفا من ماء ثم يصبه عليه۔''(۳۳)

''اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ جو پانی مرد و عورت کے درمیان ہوتا ہے، اس کے بارے میں انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ پانی کا ایک چلو لیتے [اور] مجھ پر پانی ڈالتے [یا پانی، مذی یا منی پر ڈالتے] پھر دوسرا چلو لیتے اور اس کو اپنے اوپر ڈال لیتے [یا مزید اس کے اوپر بہادیتے]۔''

مطالعہ وحکم:

اس کی سند میں بھی شریک راوی متکلم فیہ ہے اور ایک مجہول راوی ہے تقریب میں ہے ''رجل من بنی سوائۃ مجہول'' پس یہ حدیث بھی ضعیف ہے اور امام ابوداؤد نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے۔

مثال5. پانچویں حدیث:

حدثنا سعيد بن عبد الجبار، حدثنا عبد العزيز- يعنی ابن محمد، عن أبی اليمان، عن أم ذرة، عن عائشة أنها قالت: كنت إذا حضت نزلت عن المثال على الحصير، فلم نقرب رسول اللهؐ صلى اللهؐ عليه وسلم ندن منه حتى نطهر''(۳۴)

''اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا روایت کرتی ہیں، فرماتی ہیں: جب مجھے حیض آتا تو میں بستر سے اتر کر چٹائی پر آجاتی پھر ہم [زوجات] رسول اللہ ﷺ کے قریب نہ ہوتی تھیں حتیٰ کہ پاک ہوجاتیں۔''

مطالعہ وحکم:

اس کی سند میں ابوالیمان اور وہ کثیر بن یمان ہے اُسے ابن جریج بھی کہا جاتا ہے، وہ مستور راوی ہے۔(۳۵)

دوسرے اس میں اُمّ ذرہ راویہ ہے اور وہ بھی مجہولۃ الحال ہے۔(۳۶) حافظ ابن حجر نے اسے ''مقبولۃ'' کہا ہے۔(۳۷)

پس ان رواۃ کی وجہ سے حدیث ضعیف ہے اور امام ابوداؤد نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے۔

مثال 6. چھٹی حدیث:

''حدثنا موسیٰ بن اسماعیل، حدثنا حماد، أخبرنا بهز بن حکیم، عن زرارة بن أوفى، عن سعد بن هشام، عن عائشة، أن النبی کان یوضع له وضوئه وسواکه، فإذا قام من اللیل تخلی ثم استاک۔''(۳۸)

''اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: [رات کو] نبی ﷺ کے لیے مسواک اور وضو کا پانی تیار رکھا جاتا تھا، چنانچہ جب آپ رات کو اٹھتے تو [پہلے] قضائے حاجت کرتے اور پھر مسواک کیا کرتے تھے۔''

مطالعہ و حکم:

امام ابوداؤد نے اس حدیث پر سکوت اختیار کیا ہے اور یہ حدیث صحیحین اور دوسری کتب سنن ابن ماجہ، ترمذی اور نسائی میں نہیں ہے بلکہ اس کو روایت کرنے میں امام ابوداؤد متفرد ہیں۔ اس کی سند میں بہز بن حکیم صدوق راوی ہے (۳۹) اور بقیہ رواۃ ثقات ہیں اس لحاظ سے یہ حدیث حسن قرار پائی۔ پس یہاں امام ابوداؤد کے قول ''صالح'' سے مراد یہاں صالح للاعتبار ہے نہ کہ صالح للاحتجاج۔

خلاصہ بحث:

مذکورہ اقوال علماء اور احادیث سنن ابوداؤد المسکوت عنہا کے مطالعہ کی روشنی میں درج نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں:

۱: جن لوگوں کا کہنا ہے کہ امام ابوداؤد کے قول ''ما سکت عنه فهو صالح'' سے مراد مطلقاً صالح للاحتجاج ہے، ان کا قول درست نہیں جیسا کہ روایات کے مطالعہ سے واضح ہے۔

۲: اسی طرح ان لوگوں کا قول بھی کہ امام ابوداؤد کے قول ''ما سکت عنه فهو صالح'' سے مراد حدیث حسن ہے، خطا ظاہری ہے کیونکہ کچھ روایات ضعیف ہیں، کچھ حسن اور کچھ صحیح۔

۳: اسی طرح ان لوگوں کا قول بھی کہ امام ابوداؤد کے قول ''ما سکت عنه فهو صالح'' سے مراد صالح للاعتبار ہے، بھی درست نہیں جیسا کہ روایات کے مطالعہ سے واضح ہے۔

۴: درست بات یہ کہ امام ابوداؤد کے قول ''ما سکت عنه فهو صالح'' سے مراد نہ تو مطلقاً صالح للاعتبار ہے اور نہ ہی مطلقاً صالح للاحتجاج بعض احادیث صالح للاعتبار ہیں اور بعض صالح للاحتجاج ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، رسالۃ أبی داؤد إلی أہل مکۃ فی وصف سننہ، تحقیق محمد السباغ، المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، ص: ۲۷

۲۔ النووی، أبوزکریا، التقریب مع تدریب الراوی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۰ء، ۱/۱۶۷

۳۔ الأمیر الصنعانی، توضیح الأفکار، تحقیق محمد محیی الدین، دار إحیاء التراث الاسلامی، بیروت، لبنان، ۱۴۳۷ھ، ص ۱۹۷

۴۔ جلال الدین السیوطی، تدریب الراوی، تحقیق عبدالوہاب، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۳۸۵ھ، ۱/۱۶۸

۵۔ ابن کثیر، اختصار علوم الحدیث، اعتنی بہ بدیع السید، جمعیۃ إحیاء التراث، الکویت، ۱۴۰۹ھ، ص: ۵۰، السیوطی، تدریب الراوی: ۱/۱۶۸۔

۶۔ أمیر صنعانی، توضیح الأفکار شرح تنقیح الأنظار: ۱/۲۰۱۔

۷۔ ابن حجر، شیخ الاسلام ت ۸۵۲ھ النکت علی کتاب ابن الصلاح، تحقیق ربیع بن ہادی، دار الرأیۃ، الریاض، السعودیۃ۔ میں اس قول کو نقل کیا ہے۔ ۱/۴۴۲

۸۔ ابن حجر نے النکت ''میں اس قول کو نقل کیا ہے۔ ۱/۴۴۲

۹۔ ابن کثیر 'الباعث الحثیث 'جمعیۃ إحیاء التراث، الکویت، ۱۴۰۹ھ، ص ۱۳۶: ابن الملقن 'المقنع 'ص ۹۷

۱۰۔ عراقی 'الفیۃ الحدیث بشر حہا فتح المغیث، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۲ء، ص ۴۲

۱۱۔ حافظ ابن حجر نے ''النکت'' میں اس کو نقل کیا ہے ۱/۴۴۴

۱۲۔ ابن حجر 'النکت ۱/۴۴۴

۱۳۔ ذہبی 'سیر اعلام النبلاء، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، ۱۹۹۸ء، ۱/۲۱۴

۱۴۔ عراقی 'الفیہ الحدیث و شرحہا فتح المغیث، دار الامام الطبری، ۱۹۹۲ء، ص ۴۲

۱۵۔ ابن حجر ''النکت'' ۱/۴۴۴

۱۶۔ ذہبی، محمد بن احمد بن عثمان، سیر اعلام النبلاء، ۱۳/۲۱۴

۱۷۔ ابن حجر، النکت ۱/۴۴۴

۱۸۔ عراقی، الفیۃ الحدیث بشر حہا فتح المغیث ص ۴۲

۱۹۔ ابن الصلاح، مقدمہ ابن الصلاح، ص: ۳۴

۲۰۔ ابن حجر، النکت ۱/۴۳۷

۲۱۔ مقدسی، حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر، شروط الائمۃ الستۃ، در الکتاب العربی، للنشر والتوزیع، س ن، ص ۲۰

۲۲۔ نواب صدیق الحسن قنوجی، الحطۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۵ھ، ص ۳۹۴

۲۳۔ ابن حجر، النکت ۱/۴۴۴

۲۴ ۔ ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ۲۱۵/۱۳
۲۵ ۔ ابن حجر، النکت ۴۳۹/۱
۲۶ ۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الطہارۃ، باب فی ترک الوضوء مما مست النار: ۱/۱۳۳۔۱۳۴، رقم: ۱۹۳، طبع دار السلام الریاض، ۲۰۰۰ء
۲۷ ۔ المزی۔ تہذیب الکمال، طبع دار الفکر، بیروت، لبنان، ۲۸۹/۱۲، رقم: ۴۲۹۱
۲۸ ۔ ابوداؤد۔ السنن، کتاب الطہارۃ، باب فی المذی: ۱/۱۴۵، رقم: ۲۱۱۔
۲۹ ۔ ابن حجر۔ تقریب التہذیب، ص: ۵۳۸، رقم: ۶۷۶۲۔
۳۰ ۔ ابن حجر۔ تقریب التہذیب، ص: ۴۳۴، رقم: ۵۲۳، ابن الکیال۔ الکواکب النیرات فی معرفۃ من اختلط من الرواۃ الثقات، ص ۳۳۵، رقم: ۴۰
۳۱ ۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الطہارۃ، باب فی الجنب یغسل رأسہ، بالخطمی، ناشر دار السلام والنشر والتوزیع ریاض، السعودیہ، ۲۰۰۰ء، ۱۷۶/۱، رقم: ۲۵۶۔
۳۲ ۔ المنذری، مختصر سنن ابوداؤد، تحقیق محمد حامد الفقی، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۰ء، ۱۶۹/۱، رقم: ۲۴۹۔
۳۳ ۔ ابوداؤد۔ السنن، کتاب الطہارۃ، کتاب الطہارۃ، باب فیما یفیض بین الرجل والمرأۃ من المائۃ ۱۷۶/۱، رقم: ۲۵۷۔
۳۴ ۔ ابوداؤد۔ السنن، کتاب الطہارۃ، باب فی الرجل یصیب منہا دون الجماع: ۱۸۶/۱، حدیث نمبر: ۲۷۱۔
۳۵ ۔ ابن حجر۔ تقریب التہذیب، ص: ۶۸۵، رقم: ۸۴۵۹۔
۳۶ ۔ المزی۔ تہذیب الکمال: ۴۶۸/۲۲، رقم: ۸۵۶۴۔
۳۷ ۔ ابن حجر۔ تقریب التہذیب، ص: ۸۵۶، رقم: ۸۷۲۹۔
۳۸ ۔ ابوداؤد۔ السنن کتاب الصلاۃ، باب السواک لمن قام باللیل: ۱/۴۷، رقم: ۵۶۔
۳۹ ۔ ابن حجر۔ تقریب التہذیب: ۱۲۸/۱، رقم: ۲۷۷۔